باب (3)

آج کا بلوچستان

(لیکچر...... 8 ستمبر 2018ء)

مسخ شدہ تاریخ

میں نے بلوچستان کے حوالے سے لیکچر کا جو سلسلہ شروع کیا ہے آج اس کی تیسری قسط ہے۔ میرے پاس بہت پیغامات اور ای میلز آئے، فون آئے، آڈیو پیغامات آئے۔ بہت سے لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ بعض باتیں تو ہمارے علم میں نہیں تھیں۔ میں بار بار بتا چکا ہوں کہ پاکستان میں طلبہ کو تحریک پاکستان کے بارے میں جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے کہ کس طرح تحریک پاکستان چلی، ایک علیحدہ وطن کے لئے کیا کیا قربانیاں دی گئیں۔ کون لوگ پاکستان کے بانیان میں شامل تھے۔ بعض لوگ میری باتوں کو لسانیت اور تعصب کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ الطاف حسین بعض باتیں ایسی کرتے ہیں جو عصبیت پر مبنی ہوتی ہیں۔ مجھے سب سے زیادہ اعتراض اس بات پر ہوتا ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے برابر میں قائد ملت نوابزادہ خان لیاقت علی خان، محترمہ فاطمہ جناح، سرسید احمد خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، بی اماں، مولانا حسرت موہانی کی تصاویر تو نظر نہیں آتیں لیکن علامہ اقبال کی تصویر ضرور نظر آتی ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال کا تحریک پاکستان سے سرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی علامہ اقبال نے کبھی پاکستان بنانے کا مطالبہ کیا۔ جب کوئی ثبوت نہیں ہے تو یہاں کے بعض دانشور کہتے ہیں کہ علامہ اقبال نے پاکستان بنانے کا خواب دیکھا تھا، اور جو تاریخ لکھ رہا تھا وہ بھی ساتھ ساتھ خواب دیکھ رہا تھا۔ جبکہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔

بلوچستان پرنسلے اسٹیٹ تھا، سلطنت برطانیہ نے باقاعدہ بلوچ رہنماؤں سے معاہدہ کر کے بلوچستان کو پرنسلے اسٹیٹ کا درجہ دیا تھا جس کے تحت بلوچستان کو براہ راست برطانیہ دیکھے گا، پاکستان تو اس وقت تھا ہی نہیں۔ پاکستان کی فوج نے 27 مارچ 1948ء کو بلوچستان پر بندوق کے زور پر ناجائز قبضہ کیا اور آج تک یہ ناجائز قبضہ برقرار ہے۔ پاکستان کی فوج نے کیسے کیسے رہنماؤں کو شہید کیا، ان سے قرآن پر قسمیں کھا کر معاہدہ کیا لیکن ان قسموں پر عمل کرنے کے بجائے بلوچ رہنماؤں کو شہید کر دیا گیا، انہیں پھانسیاں دی گئیں۔ جو فوج خانہ کعبہ پر گولیاں چلا دے اس کے سامنے قرآن مجید کی کیا حیثیت ہوگی۔ پاکستان میں نہ کوئی سیاسی رہنما، نہ کوئی تجزیہ نگار، دفاعی تجزیہ نگار، اینکر، کوئی بھی سچ نہیں بولتا، سب قوم کو جھوٹی تاریخ پڑھا رہے ہیں۔ میں جب تک زندہ ہوں، میں قوم کو، نئی نسل کو سچی تاریخ بتاتا رہوں گا۔

عاصمہ جہانگیر کو سلام

پاکستان کی 99 فیصد انسانی حقوق کی تنظیمیں اور خواتین کی انجمنیں آئی ایس آئی کی ایجنٹ ہیں جو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر خاموش رہتی ہیں، وہ سچ نہیں بولتیں۔ پنجاب سے واحد بہادر خاتون عاصمہ جہانگیر سامنے آئیں جنہوں نے ہر دور میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر آواز اٹھائی۔ کوئی مانے یا نہ مانے عاصمہ جہانگیر کا نام زندہ رہے گا۔ انٹرنیشنل کمیونٹی نے بھی ان کے معاملے پر اس طرح سے آواز بلند نہیں کی۔ کیونکہ بین الاقوامی معاملات میں بھی باہمی مفادات کا خیال رکھا جاتا ہے، ایک دوسرے کے راز

چھپائے جاتے ہیں۔ ہر جگہ معاملہ clean نہیں ہوتا۔ سب جگہ صحیح کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور غلط کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

بلوچستان پر قبضہ اور اقوام متحدہ کا کردار

اقوام متحدہ سے پہلے ''لیگ آف نیشن'' تھی۔ 45 ممالک اس کے ممبر تھے۔ جب اقوام متحدہ قائم ہوئی تو اس میں مزید ممالک ممبر بنے، اس میں اضافہ ہوتے ہوتے آج 200 سے زائد ممالک اقوام متحدہ کے باقاعدہ ممبر ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ جو قومیں مقبوضہ تھیں، انہیں آزاد کیا گیا۔ بلوچستان پر بھی پاکستان کا ناجائز قبضہ ہے تو دیگر ممالک کی طرح اقوام متحدہ نے بلوچستان کو بھی پاکستان کے ناجائز قبضہ سے آزاد کیوں نہیں کرایا؟ بلوچستان پر پاکستان کی مسلح افواج کا قبضہ ختم کیوں نہیں کرایا؟ اقوام متحدہ اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں بلوچستان کے عوام کے قتل عام، بلوچ عوام پر پاکستان کی فوج اور سیکوریٹی فورسز کی جانب سے ڈھائے جانے والے ریاستی مظالم، بلوچوں کے ماورائے عدالت قتل، ان کو لاپتہ کرنے، ان کی لاشیں مسخ کرنے، بلوچ خواتین کی بے حرمتی جیسے واقعات اور بلوچستان کے ایشوز پر خاموش کیوں ہیں؟ میں اقوام متحدہ کے اس طرز عمل پر اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل سے پرزور احتجاج کرتا ہوں اور ان سے اپیل کرتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ اقوام متحدہ اپنے وقار کو ثابت کرے اور بلوچ عوام کو آزادی دلائے، اسی طرح مہاجروں کی جاری نسل کشی اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم بھی بند کرائے۔

مہاجروں، بلوچوں اور سندھیوں کی نسل کشی اوران پر ڈھائے جانے والے ریاستی مظالم پر اقوام متحدہ کے ساتھ ساتھ پڑوسی ممالک کی خاموشی پر بھی حیرت ہے۔ انڈین لیڈرز کو بلوچوں، مہاجروں اور سندھیوں پر ریاستی مظالم پر آواز اٹھانا چاہیے، ہم تاریخی طور پر انڈیا کا حصہ تھے۔ پاکستان ہم نے نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں نے بنایا تھا، وہ انگریزوں کی سازشوں میں آگئے اور انڈیا کا بٹوارہ کردیا۔کل پنجاب بھی انڈیا کا حصہ تھا،صوبہ سرحد بھی انڈیا تھا، سندھ بھی انڈیا تھا اور ممبئی پریزیڈینسی کا حصہ تھا۔

بلوچستان میں بار بار عوامی مینڈیٹ اور جمہوریت کا قتل

فوج نے بلوچ مزاحمت کی ہر تحریک کو طاقت کے ذریعے کچل دیا، بلوچ رہنماؤں، مزاحمت کاروں کو پھانسیاں دیں، انہیں قتل کیا اور عام بلوچ عوام پر مظالم ڈھائے۔ بلوچستان پاکستان کا وہ واحد خطہ ہے کہ جہاں کبھی بھی عوام کے مینڈیٹ کو تسلیم نہیں کیا گیا اور جمہوریت کو چلنے نہیں دیا گیا...... 1948ء میں بلوچستان پر قبضہ کے بعد 1972ء تک پاکستان کے دیگر صوبوں کی تو اسمبلیاں رہیں لیکن بلوچستان میں کوئی اسمبلی وجود میں نہ آسکی۔ بلوچستان کو پہلے وفاقی دارالحکومت کراچی اور پھر دارالحکومت اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد براہ راست اسلام آباد سے چلایا جاتا رہا۔

بلوچستان کے عوام نے اپنے حقوق کے لئے ہر آئینی، قانونی اور جمہوری راستہ اختیار کیا لیکن بلوچستان کے عوام کی منتخب کردہ کسی بھی اسمبلی اور منتخب حکومت کو چلنے نہیں دیا گیا...... 72 سال میں سوائے جام غلام محمد یوسف کے بلوچستان کا کوئی ایک وزیراعلیٰ

بھی اپنی مدت پوری نہ کر سکا۔

یکم مئی 1972ء کو بلوچستان میں پہلی منتخب حکومت قائم ہوئی، سردار عطاء اللہ مینگل بلوچستان کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اس حکومت کو قائم ہوئے ایک سال ہی ہوا تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے وزیر اعظم بنتے ہی سردار عطاء اللہ مینگل کی منتخب حکومت کو برطرف کر دیا اور بلوچستان میں گورنر راج نافذ کر دیا۔ اس کے بعد بھی مختلف ادوار میں بلوچستان میں گورنر راج نافذ کئے گئے اور ہر دور میں بلوچستان کے عوام کے مینڈیٹ کا خون کیا گیا......ان کے مینڈیٹ کے پرخچے اڑائے گئے۔ بلوچستان میں پانچ بار گورنر راج نافذ کیا گیا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے،

پہلا گورنر راج	......	13 فروری 1973ء
دوسرا گورنر راج	......	31 دسمبر 1975ء
تیسرا گورنر راج	......	5 جولائی 1977ء
چوتھا گورنر راج	......	12 اکتوبر 1999ء
پانچواں گورنر راج	......	14 جنوری 2013ء

اس طرح بلوچستان میں مجموعی طور پر 12 سال 6 ماہ گورنر راج نافذ رہا۔

آج کا بلوچستان

غیور بلوچ عوام اس آمرانہ قبضہ کے خلاف اپنی آزادی اور خود مختاری کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، وہ کسی کا حق نہیں چھین رہے ہیں بلکہ اپنا غصب کیا ہوا حق حاصل

کرنا چاہتے ہیں، وہ آزادی اور خودمختاری کے ساتھ جینے کا حق مانگ رہے ہیں لیکن ان پر فوج کشی کی جارہی ہے، ان کی آواز کو فوج کی طاقت سے کچلا جارہا ہے۔ بلوچستان میں نہ صرف حریت پسند بلوچوں کو ریاستی جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے بلکہ بلوچ سیاسی کارکنوں، رہنماؤں، انسانی حقوق کی تنظیموں کے نمائندوں، وکیلوں، تاجروں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی نشانہ بنایا جارہا ہے، گولیاں مارکر ان کی آواز کو خاموش کیا جارہا ہے، یہ روز کا معمول ہے۔ ہم یہاں بلوچستان میں قتل اور ریاستی مظالم کے چیدہ چیدہ واقعات کا تذکرہ کررہے ہیں۔

بلوچستان میں صرف مزاحمت کاروں ہی کو نہیں مارا جارہا ہے بلکہ عام بلوچوں تک کو مارا جارہا ہے۔ فوج اور پیراملٹری فورسز بلوچوں کو نہ صرف گرفتار کرتی ہیں بلکہ انہیں تشدد کر کے قتل کرتی ہیں اور ان کی مسخ شدہ لاشیں پھینکتی ہیں۔ آج بھی ہزاروں بلوچ لاپتہ ہیں، جبری طور پر گمشدہ ہیں۔ وحشیانہ مظالم ڈھائے جارہے ہیں، اقوام متحدہ کہاں ہے؟ اپنے ساتھیوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اقوام متحدہ کو نہ صرف مہاجروں پر ہونے والے مظالم پر خطوط لکھیں بلکہ بلوچوں، پختونوں اور سندھیوں پر ہونے والے مظالم کے بارے میں بھی خطوط لکھیں۔

غلام محمد بلوچ، لالہ منیر اور شیر محمد کا سفاکانہ قتل

3، اپریل 2009ء کو تین بلوچ رہنماؤں غلام محمد بلوچ، لالہ منیر اور شیر محمد بلوچ کو تربت کے علاقے میں واقع ایک وکیل کچکول علی ایڈوکیٹ کے چیمبر سے آئی ایس آئی

نے گرفتار کیا اور بعدازاں انہیں گولیاں مار کرشہید کردیا گیا۔تینوں کی مسخ شدہ لاشیں تربت سے 40 کلومیٹر دور پہاڑی علاقوں میں پھینک دی گئیں۔آخر ان بلوچ رہنماؤں کا کیا قصور تھا؟ یہ بلوچ رہنما کوئی مسلح جدوجہد نہیں کررہے تھے بلکہ پرامن انداز میں بلوچ عوام کے حقوق کیلئے آواز بلند کررہے تھے اور بلوچوں پر ہونے والے مظالم پر پرامن آواز احتجاج بلند کرتے تھے۔

''ڈیتھ اسکواڈ'' کی کارروائیاں

بلوچوں کی آواز کو دبانے کے لئے فوج جہاں ایک جانب خود بلوچ حریت پسندوں اوران کے ہمدردوں کو پکڑ پکڑ کران کا ماورائے عدالت قتل کررہی ہے اوران کی لاشیں مسخ کر کے پھینک رہی ہے وہیں فوج، ایف سی اور آئی ایس آئی کی جانب سے کالعدم دہشت گرد تنظیموں کو بھی بلوچوں کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے...... بلوچوں کو کچلنے کے لئے فوج کی جانب سے کالعدم تنظیموں کے دہشت گردوں پر مشتمل ڈیتھ اسکواڈ بھی بنائے گئے ہیں جن میں سرکاری ایجنسیوں کے افراد بھی شامل ہیں۔ یہ ڈیتھ اسکواڈ جدید وخودکار ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ان عناصر کے ذریعے ایک طرف بلوچستان کے شیعہ ہزارہ کمیونٹی پر خودکش حملے کرائے جاتے ہیں تو دوسری طرف ڈیتھ اسکواڈ کے ذریعے ان بلوچ سیاسی رہنماؤں، تاجروں، ڈاکٹروں، وکیلوں، انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والے بلوچوں کو چن چن کرقتل کروایا جارہا ہے جو بلوچوں پر ہونے والے ریاستی مظالم اورفوج کے غلط اقدامات پرتنقید کرتے ہیں۔

سینیٹر حبیب جالب ایڈ وکیٹ کا قتل

بلوچستان میں فوج کی جانب سے کالعدم تنظیموں کے دہشت گردوں کو مکمل سر پرستی فراہم کی جاتی ہے اور وہ بلوچستان میں قائم فوجی چھاؤنیوں میں پناہ حاصل کرتے ہیں۔ ایسے ہی دہشت گردوں کی کارروائی میں 14 جولائی 2010ء کو بلوچستان نیشنل پارٹی کے رہنما اور سابق سینیٹر حبیب جالب ایڈوکیٹ کو ان کے دفتر میں گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا ۔حبیب جالب ایڈوکیٹ کا بھی جرم یہی تھا کہ وہ سینیٹ کے ایوان اور ہر فورم پر بلوچستان میں کئے جانے والے ریاستی آپریشن بند کرنے اور بلوچوں کو ان کا حق دینے کا مطالبہ کرتے تھے۔

بلوچ وکلاء کی نسل کشی

لاپتہ بلوچوں کیلئے آواز اٹھانے والے وکیلوں کا صفایا کرنے کی غرض سے ایک بہت بڑی سازش کی گئی جس کے تحت 8 اگست 2016ء کو کالعدم تنظیموں کے دہشت گردوں کے ذریعے پہلے بلوچستان کے ممتاز وکیل رہنما اور بار ایسوسی ایشن کے صدر بلال انور کانسی کو کوئٹہ میں گولیاں مار کر شہید کیا گیا ۔ جب ان کی لاش کوئٹہ کے سٹی گورنمنٹ اسپتال لائی گئی تو ان کی شہادت کی خبر سن کر بہت بڑی تعداد میں وکلا اسپتال پہنچ گئے جو اس سانحہ پر غم سے نڈھال تھے اور ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے کہ اسی دوران کالعدم تنظیم کے دہشت گردوں کے ذریعے وہاں خودکش دھاکہ کرایا گیا جس کے نتیجے میں

بلوچستان کے 100 سے زائد وکلاء شہید ہو گئے اور اس طرح بلوچستان کے سینئر وکلاء کی ایک پوری نسل کو فوج کے جہادی دہشت گردوں نے اس سفاکانہ کارروائی میں ختم کر دیا۔ یہی سفاکانہ عمل سابقہ مشرقی پاکستان میں بھی کیا گیا تھا جہاں پاکستان کی فوج اور اس کی پروکسیز جماعت اسلامی کی البدر اور الشمّس نامی تنظیموں کے دہشت گردوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی پر حملہ کر کے وہاں موجود 100 سے زائد بنگالی دانشوروں، ادیبوں اور پروفیسروں کو گولیاں مار کر شہید کر دیا تھا

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کمیشن اور اس کا نتیجہ

کوئٹہ میں خودکش حملے میں 100 سے زائد وکلاء کی شہادت کے اس عظیم سانحہ کی تحقیقات کیلئے سپریم کورٹ کے جج جسٹس قاضی فائز عیسیٰ پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا گیا۔ اس تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بلوچستان میں وکلاء کو مسلسل ملنے والی دھمکیوں، کالعدم تنظیموں کی دہشت گردانہ کارروائیوں کی روک تھام میں وفاقی وزارت داخلہ، حکومتی اداروں اور سرکاری ایجنسیوں کی مجرمانہ غفلت کا نہ صرف برملا اظہار کیا بلکہ سرکاری ایجنسیوں کی جانب سے کالعدم تنظیموں کیلئے غیر معمولی نرمی اختیار کرنے کا ذکر بھی کیا اور متعلقہ حکام کے خلاف کارروائی کا بھی حکم دیا لیکن قاضی فائز عیسیٰ کمیشن کی اس رپورٹ کی روشنی میں کارروائی کرنے کے بجائے اس کی رپورٹ کو بھی سانحہ مشرقی پاکستان کی تحقیقات کے لئے قائم کئے گئے جسٹس حمود الرحمن کمیشن کی رپورٹ کی طرح ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ فوج کی ایجنسیوں کے کردار کو بے نقاب

کرنے کی پاداش میں جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کو ہی انتقام کا نشانہ بنانا شروع کر دیا گیا۔

فوج کی جانب سے قائم کئے گئے اس ڈیتھ اسکواڈ اور کالعدم تنظیموں کے دہشت گردوں کی کارروائیاں آج بھی بدستور جاری ہیں جو آئے دن کسی نہ کسی بلوچ کو نشانہ بناتے رہتے ہیں ۔ ستم تو یہ ہے کہ ان واقعات کو میڈیا پر رپورٹ ہونے سے بھی روکا جاتا ہے تاکہ عوام ان سے آگاہ نہ ہوسکیں۔

بلوچ عورتوں کا اغوا...... بچوں پر گولیاں

بلوچ نوجوانوں اور بزرگوں کو اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بنانے کے واقعات کے بعد اب سیکوریٹی فورسز بلوچ خواتین کو اٹھا رہی ہیں۔ جو بلوچ نوجوان نہیں ملتے ان کی بہنوں بیٹیوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ 24 جولائی 2018ء کو بھی بلوچستان کے علاقے آواران میں ضمیر بلوچ نامی نوجوان کے گھر پر فوج نے چھاپہ مارا، وہ نہ ملا تو اس کی ماں اور دو معصوم بہنوں کو اٹھا لیا گیا جن کا اب تک کچھ پتہ نہیں ہے۔ فوج نے جس طرح سابقہ مشرقی پاکستان میں ہم وطن کلمہ گو بنگالیوں کا قتل عام کیا تھا، ایک ملین کلمہ گو بنگالی بہن بیٹیوں کی عصمتیں لوٹیں، اب بلوچستان میں بلوچ بہن بیٹیوں کی بھی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ فوج اور سیکوریٹی فورسز کے آپریشن میں بلوچ نوجوانوں اور بزرگوں کو ہی نہیں بلکہ بلوچ ماؤں بہنوں اور بچوں تک کو گولیاں ماری جاتی ہیں۔ بچوں بچیوں تک کا خیال نہیں کیا جاتا۔ ایسی ہی ایک کارروائی میں فوج اور ایف سی نے ایک 10 سالہ معصوم بچی کو گولیاں مار کر شدید زخمی کر دیا۔